غار کی چڑیل



ن بک ٹ ایجنسی

بچوں کے لئے دلچسپ کہانی

غار کی چڑیل

از

ایم۔ ایس۔ ناز

:- ملنے کا پتہ :-

سیفی بک ایجنسی

۱۱- امین بلڈنگ۔ ابراہیم رحمت اللہ روڈ بمبئی ۴۰۰۰۰۳

کاتب : سید حسام الدین

ہمالیہ کے اونچے اونچے پہاڑوں کی ایک بستی کے قریب کہیں ایک غار میں بد صورت بڑھیا رہتی تھی۔ آس پاس کے گاؤں والے اس بڑھیا کی عمر دو سو سال سے بھی اوپر بتاتے تھے۔ وہ واقعی ایک عجیب و غریب قسم کی بڑھیا تھی۔ اُس کے جسم اور چہرے پر بھی بال ہی بال تھے۔ اس کے سر کے سارے بال سفید ہو چکے تھے، مگر چہرے کے بال ابھی کالے تھے۔ بڑھیا کا رنگ بھی سیاہ کالا تھا۔ اس کی طوطے جیسی ٹیڑھی ناک سے لوگ بہت ڈرتے تھے۔

وہ بڑھیا ہمیشہ غار میں چھپی بیٹھی رہتی۔ بہت کم باہر نکلتی اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ وہ چڑیل ہے۔ بعض اُسے جادوگرنی سمجھ کر اُس سے ڈرتے تھے۔

بستی کا ہر شخص، اس پُر اسرار بڑھیا سے نفرت کرتا تھا۔ اور اگر وہ کبھی غار سے نکل کر بستی کی طرف آتی تو مائیں اس سے اپنے بچّوں کو چھپا لیتیں کہ کہیں وہ اس کے منحوس چہرے کو دیکھ کر خوف زدہ نہ ہو جائیں۔ جب وہ غار سے نِکلتی تو لوگ کہتے:

"لو اب بستی پر کوئی نہ کوئی آفت ضرور آئے گی!"

اسی بستی میں ایک اور بوڑھی عورت بھی رہتی تھی۔ یہ عورت بستی میں سب سے زیادہ غریب تھی۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جسے بوڑھی عورت لاڈ پیار سے "ککّو" کہا کرتی تھی۔

اس لڑکے کا نام طارق تھا۔ اس کی عمر تیرہ سال کے لگ بھگ تھی۔ وہ بچپن ہی میں یتیم ہو گیا تھا۔ اسے اپنی ماں سے بڑی محبّت تھی۔ ماں بھی اُس کے بغیر ایک لمحہ زندہ نہ رہ سکتی تھی۔ ککّو اپنی بھیڑیں چرانے کے لیئے باہر جاتا تو ماں اس کی واپسی تک۔ اس کا انتظار کرتی رہتی اور اس کی زندگی کے لیئے دُعائیں مانگتی رہتی۔

دونوں ماں بیٹے، غریبی کی زندگی گزار رہے تھے بستی میں ان کا ایک چھوٹا سا مکان تھا اور گزر اوقات کے لیئے پانچ بھیڑیں تھیں۔ ککّو روزانہ ان بھیڑوں کا دودھ بستی میں بیچ آتا۔ سال میں دو مرتبہ ماں بیٹے کو بھیڑوں کی اُون بیچ کر کچھ پیسے مل جاتے تھے۔ یہ اون بھی گاؤں والے ان سے اونے پونے داموں پر خرید لیتے تھے۔ یوں ان کی زندگی کے دن گزر رہے تھے۔

طارق بڑا نیک، شریف اور اچھا لڑکا تھا۔ وہ ہر روز صبح سویرے اُٹھتا۔ بستی میں جاکر دودھ بیچتا، مگر تھوڑا سا دودھ بچا کر رکھ لیتا اور جب بھیڑیں چرانے کے لیئے

باہر جاتا، تو وہ دودھ غار میں رہنے والی بڑھیا کو دے دیتا۔ جس کو پی کر وہ اپنا پیٹ بھر لیتی۔ پھر اگر اس کا کوئی کام ہوتا تو وہ بھی کر دیتا اور بڑھیا اسے ہزاروں دعائیں دیتی۔

گگو دراصل نیک اور شریف ہونے کے ساتھ ساتھ بہادر بھی تھا۔ اسے غار والی بدصورت بڑھیا سے بالکل ڈر نہیں لگتا تھا۔ بلکہ وہ گھنٹوں اس کے پاس بیٹھ کر کہانیاں سُنتا رہتا۔ بستی والوں کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ گگو کی ماں کے پاس چل کر آئے اور کہنے لگے:

"او بڑھیا! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تیرا لڑکا ہر روز غار کی چڑیل کے پاس جاتا ہے۔ یہ بات ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ کان کھول کر سُن لے! اگر تمہیں اس بستی میں رہنا ہے تو اپنے بیٹے کو منع کر دو کہ وہ وہاں نہ جایا کرے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری بستی کا کوئی فرد اس بوڑھی چڑیل سے میل ملاقات رکھے۔"

بڑھیا غریب تھی جھگڑا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اُس نے انھیں تسلی دی اور کہا: "تم بے فکر رہو! میرا بیٹا شام کو گھر آئے گا تو میں آج ہی اس کی خبر لوں گی۔"

شام کے قریب جب گگو گھر آیا تو ماں نے اس سے بستی

والوں کی شکایت کا ذکر کیا۔

وہ پہلے تو خاموش رہا۔ پھر کہنے لگا:

"ماں! جھوٹ بولنے سے مجھے سخت نفرت ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ سے کوئی بات چھپاؤں۔ میں غار میں رہنے والی بڑھیا کے پاس جاتا ضرور ہوں، لیکن اس جذبے کے ساتھ کہ اس بڑھیا کی خدمت کروں۔ کیوں کہ جس طرح اس دنیا میں ہمارا کوئی نہیں، اسی طرح اُس بڑھیا کا بھی اس دنیا میں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ وہ تو بالکل ہی اکیلی ہے ماں! ہم تو پھر بھی دو ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بیٹا! مگر سب لوگ کہتے ہیں کہ غار والی بڑھیا منحوس ہے۔ چڑیل ہے۔ جادوگرنی ہے۔ پھر تم اس کے پاس کیوں جاتے ہو! نہ جایا کرو میرے لال!" ماں نے اپنے بیٹے کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

ککو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اُداس اُداس لہجے میں بولا: "ماں! یہ غلط ہے کہ غار میں رہنے والی بڑھیا منحوس ہے۔ چڑیل ہے۔ میں کافی عرصہ سے اس کے پاس روزانہ جا رہا ہوں۔ میں نے تو آج تک اس میں چڑیلوں والی کوئی بات نہیں دیکھی۔ میں تو صرف خدا کے خوف سے اس کی تھوڑی بہت خدمت کر دیتا ہوں اور وہ مجھے

اس کے بدلے میٹھی میٹھی کہانیاں سُناتی ہے۔"

ماں نے پوچھا: "وہ تمہیں کس قسم کی کہانیاں سُنایا کرتی ہے؟" ککّو فوراً بول اُٹھا:

"بڑی پیاری پیاری کہانیاں ماں! اب دیکھو آج ہی اُس نے مجھے ایک انصاف پسند بادشاہ کی کہانی سُنائی ہے۔ آپ بھی سُنیں گی ماں؟"

"ہاں! آج مجھے سُناؤ وہ کہانی۔" ککّو کہانی سنانے لگا۔:

"بُڑھیا کہتی ہے کہ پُرانے زمانے میں بادشاہ بڑے ہی دانا اور رحم دل ہوا کرتے تھے۔ وہ رعایا کی خوشیوں پر اپنی خوشیاں قربان کر دیا کرتے تھے۔ ایسے بادشاہ اکثر جانوروں کی بولیاں بھی سمجھ لیتے تھے۔ ایسا ہی ایک بادشاہ اپنے عدل و انصاف اور رحم دلی کی وجہ سے بڑا مشہور تھا۔ ایک دن وہ اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک کبوتر اُڑتا اُڑتا آیا اور بادشاہ کی گود میں بیٹھ گیا اور خوف کے مارے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ ڈر سے اس کے پر بھی لرز رہے تھے اور ننھے سے جسم میں اس کا نازک نازک دِل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ بادشاہ نے کبوتر کی یہ حالت دیکھ کر اُسے اپنے سینے سے لگا لیا اور پھر پیار سے اس کے پروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا:

"اے کبوتر! تمہیں کیا تکلیف پہنچی ہے۔ کیوں تم اتنے خوف زدہ ہو کر کانپ رہے ہو؟" کبوتر نے جواب دیا:
"اے رحم دل بادشاہ! مجھے اس خونخوار بلّی کے پنجے سے بچا لیجئے جو کئی دنوں سے میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہوئی ہے۔ میں جب بھی دانہ چگنے کے لئے زمین پر بیٹھتا ہوں تو وہ مجھے شکار کرنے کے لئے لپک پڑتی ہے۔ اب میں کئی روز سے بھوکا ہوں۔" ابھی کبوتر نے اپنی بات مکمل کی ہی تھی کہ اُدھر سے میاؤں میاؤں کرتی ہوئے ایک بلّی آ گئی۔
کبوتر سہم کر پھر بادشاہ کے سینے سے چمٹ گیا اور بولا:
"دیکھئے بادشاہ سلامت! یہ بلّی یہاں بھی آن پہنچی ہے۔ میری مدد کیجئے۔" بادشاہ نے بلّی کی طرف دیکھا تو وہ اپنی مونچھوں پر زبان پھیر کر کہنے لگی: "یہ کبوتر میرا شکار ہے مہربانی کر کے آپ مجھے اس کو کھانے دیجئے۔" بادشاہ نے کہا:
"یہ بے چارا میرے پاس پناہ لینے کے لئے آیا ہے، اس لئے میں اسے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ کمزور کو طاقت ور سے بچانا ایک بادشاہ کا سب سے بڑا فرض ہے۔ اس لئے بی مانو! تم اسے چھوڑ دو اور کوئی دوسرا شکار تلاش کر لو۔"
بی مانو بھی بڑی چالاک تھی۔ اُس نے بادشاہ کے تیور دیکھتے ہوئے کہا:
"اے بادشاہ! تمہارے انصاف کی دُور دُور تک دھوم ہے،

مگر تم نے تو میری غذا ابھی مجھ سے چھین لی ہے۔ میں کئی روز سے بھوکی ہوں اور تم مجھے کوئی دوسرا شکار تلاش کرنے کے لئے کہہ رہے ہو۔ کیا یہی ہے تمہارا انصاف؟"

اب بادشاہ کے پاس بلّی کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا: "اگر تم واقعی بھوکی ہو اور میں نے تمہاری غذا چھین لی ہے تو تم اس کبوتر کے بدلے میں جو کچھ بھی مجھ سے مانگو گی، میں دوں گا۔" بلّی نے کہا: "چلئے ٹھیک ہے۔ مجھے اس کبوتر کے وزن کے برابر اپنے جسم کا گوشت کاٹ کر دیجیے۔"

بادشاہ نے یہ سُنا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی لیکن وہ بلّی کو زبان دے چکا تھا اور اب وہ اپنی زبان سے پھر نہیں سکتا تھا۔

سارے دربار میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سب وزیر امیر بادشاہ کے جواب کا انتظار کر رہے تھے۔ درباریوں نے گزارش کی:

"ظلِّ سبحانی! آپ ہرگز ایسا نہ کریں، بلکہ اس لالچی اور گستاخ بلّی کو کھانے کے لئے کچھ اور دے دیں۔" اس پر بلّی نے کہا:

"بادشاہ کے گوشت کے سوا کسی اور چیز سے میری بھوک نہیں مٹے گی۔"

بادشاہ کو اپنے وعدے کا احساس تھا۔ وہ اپنے وزیروں اور درباریوں کی مرضی کے خلاف اسے ہر صورت میں پورا کرنا چاہتا تھا۔

بادشاہ نے غلام کو ترازو لانے کا حکم دیا۔ جب ترازو آ گیا تو بادشاہ نے خنجر نکال کر وزیر کو دیا اور کہا: "لو یہ خنجر اور ہماری پنڈلی

کا گوشت کاٹو۔" وزیر میں بھلا کہاں اتنی ہمت تھی کہ وہ یہ
گستاخی کرتا۔ اُس نے سر جھکا لیا اور خاموش کھڑا رہا۔ پھر بادشاہ
نے دربار میں موجود ہر شخص سے یہی کہا مگر کسی میں اتنی جرأت نہ تھی
کہ وہ آگے بڑھ کر بادشاہ کا گوشت کاٹتا۔ بادشاہ جھنجھلا اُٹھا:
"نمک حرامو! تم سب بزدل ہو۔ لاؤ خنجر مجھے دو، میں خود ہی
فرض انجام دوں گا۔" بادشاہ نے ترازو غلام کے ہاتھ میں دے دیا
اب پلڑے میں سہمے ہوئے کبوتر کو بڑے پیار سے رکھا اور اپنے ہاتھوں
سے گوشت کاٹ کاٹ کر وزن کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ وہ جتنی مرتبہ
بھی پلڑے میں گوشت ڈالتا، کبوتر والا پلڑا زیادہ بھاری ہو جاتا۔
یہاں تک کہ اس کے بدن کا آدھا گوشت کٹ کر پلڑے میں چلا گیا۔
لیکن پھر بھی کبوتر کے برابر وزن پورا نہ ہو سکا۔

اب تو بادشاہ درد اور تکلیف سے نڈھال ہو چکا تھا اور نیا
ٹکڑا کاٹنے کی اس میں ہمت نہ رہ گئی تھی لیکن اس کے باوجود اسے
اپنا وعدہ پورا کرنے کا احساس تھا۔ اس نے خنجر ایک طرف رکھ دیا اور بلّی
سے کہا: "بی مانو! میں نے اپنے بدن کا آدھے سے زیادہ گوشت
تمہارے لئے پلڑے میں ڈال دیا ہے، مگر افسوس وزن اب بھی برابر
نہیں ہوا۔ اب میرا ہاتھ وہاں نہیں پہنچ سکتا جہاں سے گوشت کٹ
سکتا ہے۔ اب یہی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ تم یہاں آ کر میرے پاس
تخت پر بیٹھ جاؤ۔ اور میرا گوشت کھانا شروع کر دو، میں اُف

تک بھی نہیں کروں گا۔ جب تمہارا پیٹ بھر جائے تو مجھے چھوڑ کر چلی جانا۔ تب میرا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا۔ اور ہاں! کبوتر کو تو اب بھی میں تجھے نہیں کھانے دوں گا۔"

یہ کہہ کر بادشاہ تخت پر لیٹ گیا اور بلی کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ بادشاہ کے یہ الفاظ سُن کر وزیر اور درباری حیران تھے۔ وہ سارا منظر چُپ چاپ کھڑے دیکھ رہے تھے۔

بادشاہ کے جسم سے خون بہہ بہہ کر فرش پر بلّی کے قریب جا پہنچا تھا۔ اچانک پلڑے میں سے کبوتر اُڑا اور بلّی کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ اور پھر۔

آن کی آن میں کبوتر اور بلّی دونوں غائب ہو گئے اور اب ان کی جگہ دو بزرگ کھڑے تھے۔ ان کے چہروں سے نور برس رہا تھا۔ ایک بزرگ بادشاہ کے قریب گئے اور کہنے لگے:

"اے انصاف پسند بادشاہ! ہم تو تمہارے عدل و انصاف اور تمہاری رعایا پروری کا امتحان لینے آئے تھے۔ تم اس میں کامیاب رہے ہو۔ تم نے ایک ننھے منّے کبوتر کی جان بچانے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ ہم تم سے بہت خوش ہوئے ہیں"

اتنا کہہ کر اس بزرگ نے بادشاہ کے زخموں پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے بادشاہ کا بدن پھر ویسے کا ویسا ہو گیا اور دونوں بزرگ غائب ہو گئے۔"

ماں نے یہ کہانی سُنی تو خوش ہو کر بیٹے کا مُنہ چوم لیا۔

کلّو کہنے لگا: "ماں! کسی غریب اور بے سہارا بُوڑھی عورت کی خدمت کرنا کوئی گناہ تو نہیں ہے؟"

اس کے بعد وہ پھر غار میں رہنے والی بڑھیا سے ملنے کے لئے چلا گیا۔ اس طرح کئی دن گزر گئے۔ بستی والوں کو جب پتہ چلا کہ کلّو غار والی بڑھیا سے ہر روز ملنے جاتا ہے تو وہ دوبارہ اس کی ماں کے پاس چل کر آئے اور سختی سے کہنے لگے: "او بڑھیا! اگر تمہارا بیٹا اب بھی باز نہ آیا، تو تم دونوں کو بستی سے نکال دیا جائے گا۔"

بڑھیا نے کہا: "اس میں ناراض ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میرا بیٹا غار والی بڑھیا سے کچھ لیتا نہیں۔ صرف خدا کے خوف سے اس کی خدمت کرتا ہے۔ لیکن خیر، اگر تم لوگ ناراض ہوتے ہو تو میں اُسے منع کر دوں گی۔"

بستی کے لوگ واپس چلے گئے۔ کلّو شام کو گھر آیا تو اپنی ماں کو اُداس دیکھ کر بولا:

"کیا بات ہے ماں! آج آپ کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آ رہی ہیں۔ میں تو آج وقت پر گھر آ گیا ہوں!"

"نہیں بیٹا! یہ بات نہیں۔" ماں نے آہ بھر کر کہا: "آج بستی کے لوگ پھر میرے پاس چل کر آئے تھے۔ انھیں

تمہارا غار والی بڑھیا کے پاس جانا بالکل پسند نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ غار والی بڑھیا جادوگرنی ہے اور ہم اس بڑھیا سے جادو سیکھ کر بستی والوں کو نقصان پہنچائیں گے۔" ٹکلو نے کہا:

"ماں! ہمیں کسی کی پسند یا ناپسند سے کوئی غرض نہیں۔ میں بڑھیا کی خدمت کر کے کسی کا کچھ نقصان تو نہیں کرتا۔ بھیڑیں ہماری ہیں اور یہ چھوٹا سا مکان ہمارا ہے۔ ہم کسی سے قرض نہیں مانگتے! اپنی بھیڑوں کا دودھ اور ان کی اون بیچ کر گزارہ کرتے ہیں۔ بستی کے لوگوں کو اس سے کیا؟"

ماں بولی: "بیٹا! تم سچ کہتے ہو، لیکن ہم غریب ہیں اور دنیا غریبوں کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتی، اس لئے ہمیں ایک نہ ایک دن بستی والوں کی بات ماننی ہی پڑے گی۔"

ٹکلو نے کہا: "ماں! ہم غریب ہیں تو پھر کیا ہوا۔ ہم کسی کے رعب میں نہیں آئیں گے۔ یہ لوگ تو اتنے سنگ دل ہیں کہ غار میں رہنے والی بڑھیا کو سوکھی روٹی بھی نہیں دیتے بلکہ الٹا اسے منحوس سمجھتے ہیں اور چڑیل کہتے ہیں۔ کیا غار والی بڑھیا ہماری طرح کی انسان نہیں۔ اس کا قصور تو بس اتنا ہی ہے نا کہ بے چاری اس بھری دنیا میں اکیلی اور بے سہارا ہے۔ اس بھری دنیا میں اس کا کوئی نہیں ہے۔ اس کے

بوڑھے جسم میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ وہ اپنا کام خود کر سکے۔"
"ہاں بیٹا! یہ تو ٹھیک ہے، مگر پھر ہوگا کیا؟"
"گگو سینہ پھلا کر بولا: "کچھ نہیں ہوگا ماں! آپ فکر نہ کریں"
گگو نے لوگوں کی پرواہ نہ کی اور غار میں بڑھیا کے پاس جانا نہ چھوڑا۔ تنگ آکر بستی والوں نے ان دونوں کو بستی سے نکال دیا۔ انھوں نے بستی سے کچھ فاصلے پر ایک ندی کے کنارے اپنے ہاتھوں سے گھاس پھونس کی جھونپڑی بنالی اور بھیڑوں کے لئے ایک باڑھ بھی تیار کر لیا۔ لیکن پھر دوسرے ہی دن گاؤں والوں کو ایک نئی اور حیرت انگیز مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ گگو اور اس کی ماں کے چلے جانے سے بستی والوں کی بھیڑوں کا دودھ بالکل سوکھ گیا۔ بھیڑوں کے جسموں پر سے اون بھی غائب ہوگئی۔

ادھر اس کے مقابلے میں گگو کی بھیڑوں کا دودھ پہلے سے دگنا ہوگیا۔ اون بھی بڑھ گئی۔ بستی کے لوگوں نے جب یہ انوکھی بات دیکھی تو آپس میں باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے:

"ارے ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ وہ غار والی چڑیل جادوگرنی ہے۔ یہ سب کچھ اسی جادوگرنی کا کیا دھرا ہے۔ اس کے جادو کے اثر سے ہی ہماری بھیڑوں کا دودھ خشک ہو گیا۔ اور گگو کی بھیڑوں کا دودھ دگنا ہوگیا ہے۔ وہ اس جادوگرنی

کی حمایت جو کرتا ہے، مگر ہم بھی اس ظلم کا بدلہ لے کر رہیں گے
نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔
اس طرح انھوں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ آج
ہی رات کو ککو کی پانچوں بھیڑوں کو ختم کر دیا جائے۔
چند آدمی ہاتھوں میں چھریاں لے کر رات کے وقت چوری
چھپے ککو کے باڑ میں گھس گئے اور اس کی ساری بھیڑوں کو ذبح کر دیا۔
صبح ہوئی ۔ دونوں ماں بیٹے جھونپڑی سے باہر نکلے
تو سب بھیڑوں کو مرا ہوا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ککو کی آنکھوں
میں آنسو آ گئے۔ اُسے اپنی بھیڑوں سے بڑا پیار تھا۔
ماں نے کہا: "روتے کیوں ہو بیٹا! قدرت نے جو کچھ قسمت
میں لکھا ہے۔ وہی ہو کر رہتا ہے۔ میں تو روزانہ تمہیں کہا کرتی
تھی کہ بھیڑوں کی حفاظت کے لیے کہیں سے ایک کتا خرید کر لے
آؤ۔ مگر تم نے میری ایک نہ سُنی اور آج یہ تمہاری اسی کوتاہی
کا نتیجہ ہے کہ کوئی خونخوار بھیڑیا ہماری بھیڑوں کو ہلاک کر گیا۔"
لیکن ککو بڑا عقل مند تھا! اس نے تمام معاملہ سمجھ لیا تھا۔

اس نے کہا:
"ماں! ان بھیڑوں کو کسی بھیڑیئے نے ہلاک نہیں کیا،
بلکہ یہ بستی کے لوگوں کی کارستانی ہے۔ دیکھو تو سہی پانچوں
بھیڑوں کی گردنیں چھری سے کاٹی گئی ہیں۔ بھیڑیا ان

پر حملہ کرتا تو ان کو کھا بھی جاتا۔"

اب ککو نے جھونپڑی میں رکھی ہوئی اون کی گٹھڑی باندھی اور بیچنے کے لئے ساتھ والے گاؤں کے بازار کی طرف چل دیا۔ تاکہ اون بیچ کر ایک بھیڑ خرید لائے۔ اس طرح دو وقت نہ سہی ایک وقت کی روٹی تو مل سکے گی۔

اون بیچ کر وہ ایک بھیڑ خریدنے جا رہا تھا کہ بستی کے لوگوں نے اُسے پکڑ لیا اور خوب پیٹا۔ بعد میں اس سے سارے پیسے بھی چھین لئے۔ گھر آکر اس نے رو رو کر سارا واقعہ ماں کو بتایا۔

ماں نے کہا: "بیٹا! میں تو تمہیں بہتیرا کہتی تھی کہ غار والی بڑھیا کے پاس نہ جایا کرو۔ اب دیکھو نا! بستی کے سبھی لوگ ہماری جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔" ماں کی زبان سے بڑھیا کا ذکر سنا تو اُسے خیال آیا کہ آج تو اس غریب بڑھیا کو وہ دودھ بھی نہیں پہنچا سکا۔ وہ بھوکی ہوگی اور میرا انتظار بھی کر رہی ہوگی۔ دودھ تو اب تھا نہیں۔ اس نے سوچا کہ اس کے پاس جانا ضرور چاہیئے۔ چاہے خالی ہاتھ ہی جاؤں۔ اس کا کوئی اور کام ہی کر دوں گا۔

اس نے ماں سے اجازت لی اور غار کی طرف چل دیا۔ بڑھیا نے اُسے دیکھ کر کہا: "بیٹا! میں تو سمجھی تھی کہ تم بھی بستی کے لوگوں میں شامل ہو گئے ہو، جو میرا مذاق اڑاتے ہیں۔" ککو نے رو رو کر ساری بات بتا دی۔

بڑھیا نے کہا: "بیٹا! تم بہت نیک لڑکے ہو۔ تم نے میری بڑی خدمت کی ہے۔ اللہ بھی تم سے خوش ہو گا۔ اب ذرا اپنے پاؤں کی طرف دیکھو۔"

لکو نے نیچے زمین پر دیکھا تو معلوم ہوا کہ جہاں جہاں اُس کے آنسو گرے تھے۔ وہاں ہیرے جواہرات چمک رہے تھے۔

"انھیں اُٹھا لو بیٹا! یہ تمہاری نیکی کا پھل ہے۔ اب بستی والے نہ تمہیں کبھی تنگ کریں گے اور نہ مجھے۔"

یہ کہہ کر اُس نے بستی کی طرف نگاہ اُٹھائی تو وہاں زلزلہ آ گیا۔ بہت سے لوگ مر گئے۔ اور باقی سب نے بھاگ کر غار والی بڑھیا کے پاس پناہ لے لی اور اس سے گڑگڑا کر معافی مانگنے لگے۔ بدصورت بڑھیا کی جگہ اب خوب صورت پری کھڑی تھی۔ اس نے لوگوں سے کہا: "اے لوگو! میں بدصورت نہیں تھی۔ میں پری ہوں اور تمہارا امتحان لے رہی تھی۔ لکو اس امتحان میں کامیاب رہا۔ اور انعام بھی مل گیا اُسے۔ اب تم عہد کرو کہ آج کے بعد کبھی کسی کو حقیر سمجھ کر اس پر ظلم نہیں کرو گے۔"

یہ کہہ کر پری نے لکو کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور غائب ہو گئی۔ لکو کی آنکھوں میں پھر آنسو آ گئے۔

— ختم شد —

سمندر کی آواز

دوستی کا پھل

ار اندھے

شہزادہ جالوت

کالے جنگل سے فرار

بھوتوں کا بادشاہ